https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

سیفُ الملُوک

اقراء طارق

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول "سیفُ الملُوک" کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ Paksociety.com اور مصنفہ (اقراء طارق) محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد، ادارے، ڈائجسٹ، ویب سائٹ، ایپلیکیشن، اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹیوی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر (پاک سوسائٹی) سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سمندر سا خاموش ہے وہ
پر آنکھیں باتیں کرتی ہیں
چپ چاپ ڈگر پہ چلتا ہے
تو آہٹ باتیں کرتی ہے
پلکیں جب جب اٹھاتا ہے
تو ساگر نظر چراتا ہے
پھولوں کی وادی جائے تو
پھر خوشبُو باتیں کرتی ہے
جب جھیل کنارے بیٹھے تو
خاموش وہ اکثر ہوتا ہے
پر دور کہیں فضاؤں میں
اداسی باتیں کرتی ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کسی نے کہا تھا کہ جھیل سیف الملوک پہ پریاں اترتی ہیں تو ٹھیک ہی کہا تھا۔ یہ بلاشبہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے"۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میں نے سیف الملوک کی خوبصورتی کو آنکھوں میں سموتے ہوئے کہا۔

"پریاں تو واقعی یہاں بہت اتری ہوئی ہیں۔"

ہادی نے جھیل پہ آئی لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

میں نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

"باز آجاؤ ہیرو۔۔ورنہ یہاں جھیل میں دھکا دے دوں گی۔"

دھکا دے دو یہاں بچانے والے بہت ہیں۔

بچا تو وہ لیں گے لیکن جتنا یہ پانی ٹھنڈا ہے نا تمہاری قلفی بن جائے گی۔

"مجھے اتنی ٹھنڈ نہیں لگتی محترمہ جتنی آپ کو لگتی ہے"۔

ہادی نے میرے کوٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"بہت سے لوگوں نے کوٹ پہن رکھے ہیں۔۔بس کچھ لوگوں کو شوق ہے ٹھنڈ لگوانے کا"۔

میں نے بھی اس پہ چوٹ کی۔

"ہانی دل چاہتا ہے یہیں ایک گھر بنالیں۔"

دل کی اس خواہش کو دل میں ہی رہنے دو۔یہاں جولائی میں اتنی ٹھنڈ ہے تو سردیوں میں کیا حال ہوتا ہوگا۔

ارے یار سوچو تو سہی کتنا مزہ آئے گا روز جھیل پہ آیا کریں گے۔اور دور اوپر آسمان پہ تیرتے بادلوں کو دیکھا کریں گے۔

ایسے نظارے کراچی میں کہاں۔۔وہاں تو بس ٹریفک ہے۔۔شور ہے۔۔آلودگی ہے۔اور بھاگتی دوڑتی زندگی ہے۔

"اگر ہم یہاں رہے تو شاید یہ خوبصورتی ہماری نظر میں اپنی اہمیت کھو دے۔ہر روز ایک ہی خوبصورت چیز کو آخر کب تک دیکھیں گے۔اور کراچی جیسا بھی ہے وہ ہمارا اپنا شہر ہے مسٹر۔۔اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا"۔

میں نے ہادی کی طرف اس کا کوٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔اپنا شہر تو اپنا ہی ہوتا ہے۔"

"ہیرو مجھ سے وعدہ کرو کہ تم ہمیشہ یوں ہی مجھ سے محبت کروگے۔۔مجھے بے پناہ چاہو گے۔"

میں نے اچانک ہی اپنی ہتھیلی ہادی کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

ہادی نے میرے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا اور بولا۔۔"مادام میں اس خوبصورت جھیل کو گواہ بنا کے آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ یوں ہی آپ سے محبت کرتا رہوں گا۔"

"ہانیہ۔۔۔۔۔۔۔۔ہادی۔"

ثنا نے ہماری طرف آتے ہوئے باآواز بلند کہا۔

"کیا بات ہے ڈیئر سسٹر۔۔۔۔۔" ہادی ثنا کی طرف متوجہ ہوا۔

"رضا کہہ رہے ہیں کہ واپس چلتے ہیں۔ شام سے پہلے کاغان پہنچنا ہے۔ اندھیرا ہو گیا تو ڈرائیو کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ناران سے آگے راستہ دیکھا ہے نا کتنا خراب ہے لینڈ سلائڈنگ کی وجہ سے۔"

کیا مطلب اتنی جلدی چلے جائیں۔۔ ہم اتنی دور سے یہاں اس جھیل کو دیکھنے آئے ہیں جی بھر کے دیکھ تو لینے دو۔

"ہانی بارش بھی شروع ہونے والی ہے اور خراب راستہ ہے۔ بارش شروع ہو گئی تو مسئلہ بن جائے گا۔"

"ہانی ثنا ٹھیک کہہ رہی ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

ہادی نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں اچانک ہی کالے سیاہ بادل امڈ آئے تھے اور برسنے کو تیار تھے۔ لوگ واپسی کی راہ لے رہے تھے۔

مقامی لوگوں کا کہنا تھا یہاں ایسے ہی کسی بھی وقت بارش برس جاتی تھی۔

میں نے جھیل پہ اک الوداعی نظر ڈالی اور واپسی کے لیے قدم موڑ لیے۔

ہمارے باقی دوست پہلے سے جیپ کے پاس موجود تھے۔ اور ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے بیٹھتے ہی جیپ والے نے جیپ سٹارٹ کر دی۔

اور میں نے خوف سے آنکھیں میچ لیں۔

پہاڑوں پر ابھی بھی برف جمی تھی۔ اور سب سے زبردست چیز تھی وہاں کے قدرتی ریفریجریٹرز۔۔۔ جمی ہوئی برف میں خانے بنا کے کولڈ ڈرنکس رکھی جاتیں اور پھر وہی ٹھنڈی کولڈ ڈرنکس ٹورسٹس کو پیش کی جاتیں۔ کاروبار کے اپنے طریقے تھے۔

پہاڑ میری کمزوری ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے پہاڑوں میں جانے کو۔۔ پہاڑوں میں گھری جھیلیں اور وادیاں دیکھنے کو۔۔ اور پہاڑوں کے درمیان بہتے دریائے کنہار سے تو مجھے عشق ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ مجھے اونچائی سے ڈر لگتا ہے۔

اب بھی میں آنکھیں میچے مسلسل کلمہ پڑھنے میں مصروف تھی جب کہ میرے باقی دوست سفر کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہے تھے۔ جیپ مسلسل ہچکولے کھاتی وادیٔ ناران کی طرف رواں دواں تھی۔ کچھ مقام تو ایسے بھی آتے تھے کہ لگتا تھا بس ابھی جیپ کھائی میں گر جائے گی۔

اسی اثنا میں موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ من چلوں نے سیٹیاں بجائیں اور ایڈونچر کے شوقین لوگ اور پر جوش ہو گئے۔ اور میرا خوف سے برا حال ہو گیا۔ ٹھنڈ میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ میرا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا جب کسی نے دھیرے سے میرا ہاتھ تھام لیا۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو ہادی مسکرا دیا۔ مجھے یک گونہ سکون اور تحفظ کا احساس ہوا۔

"ہانی دوبارہ کب آنا ہے یہاں۔۔؟"

حیا نے مجھے دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"کبھی نہیں۔۔۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔

"لیکن ہادی کو تو جھیل بہت پسند آئی ہے۔ وہ تو کہہ رہا تھا کہ ہر سال آیا کروں گا۔"

زین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

میں نے دکھ سے ہادی کی طرف دیکھا۔

"تم نے ایسا کہا ہے ہیرو۔۔۔ تمہیں پتا ہے نا کہ مجھے کتنا ڈر لگتا ہے اونچائی سے۔"

"اور یہ بھی تم ہی کہتی ہو کہ پہاڑ مجھے اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اور میں بار بار ان علاقوں میں آنا چاہتی ہوں۔"

ہادی نے مجھے میری کہی ہوئی بات یاد دلائی۔

ہاں لیکن میں سیف الملوک دوبارہ نہیں آؤں گی۔

"خوبصورت چیزوں کو دیکھنے کے لیے اتنی مشکل تو اٹھانی پڑتی ہے۔"

رضا نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور میں تو ہر سال یہاں کے پکوڑے کھانے آیا کروں گا۔" زین نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا تو سب ہنس دیے۔

بات یہ تھی کہ جب ٹورسٹ سیف الملوک پہنچتے تو وہاں کی دکانوں پہ بنتے گرم گرم پکوڑے دیکھ کے رہ نہیں پاتے تھے۔ لیکن جب انھیں کھانے کی کوشش کرتے تو یوں لگتا کسی نے پتھروں پہ بہت سا بیسن لگا کے دے دیا ہو۔ باوجود کوشش کے بھی کوئی وہ پکوڑے کھا نہیں پاتا تھا۔

"اور میں ہر سال ہوٹل کا کرایہ پوچھنے آیا کروں گا۔" رضا نے بھی مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

ہوا یوں تھا کہ جھیل کے قریب بنے ہوٹل کو دیکھ کے سب کا ہی جی چاہ رہا تھا وہاں رات گزارنے کا۔ سب جھیل پہ اترتی صبح کا نظارہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب ہوٹل کا کرایہ پوچھا تو سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے تھے۔ یوں تو شمالی علاقہ جات کے سب ہی ہوٹلز کے کرائے آسمان سے باتیں کرتے تھے لیکن سیف الملوک کے قریب بنے ہوٹلز کا کرایہ تو صرف شاہی خاندان کا فرد ہی ادا کر سکتا تھا۔ اور سب رات گزارنے کا خواب دل میں ہی لیے واپس آ گئے تھے۔ کیونکہ وہ پاکستان کے کسی شاہی خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے کہ اتنی مہنگائی افورڈ کر سکتے۔

جیپ ایک خطرناک موڑ سے گزر رہی تھی لیکن ڈرائیور کے لیے یہ سب معمول کی بات تھی۔ اس نے فل والیوم میں گانا چلا رکھا تھا۔

آ کہیں دور چلے جائیں ہم
دور اتنا کہ ہمیں چھو نہ سکے کوئی غم
پھولوں اور کلیوں سے مہکے ہوئے اک جنگل میں
اک حسیں جھیل کے ساحل پہ ہمارا گھر ہو

"بنالیں گھر جھیل سیف الملوک کے ساحل پہ۔۔۔؟؟" ہادی نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"چپ ہو جاؤ تم۔۔۔۔۔۔ میرا خوف سے برا حال ہے تمہیں گھر کی پڑی ہے۔"

میں نے پہلے ہادی کو اور پھر ڈرائیور کو گھورا۔ بجائے تلاوت لگانے کے۔۔۔ یہ بیہودہ گانے لگا رکھے تھے۔ ڈرائیور کو تو ان راستوں پہ بھی خوفِ خدا نہیں تھا۔ کم از کم مسافروں کا ہی خیال کر لے۔

اوس میں بھیگی ہوئی گھاس پہ ہم چلتے ہوں
رنگ اور نور میں ڈوبا ہوا ہر منظر ہو

اور بس پھر میری برداشت کی حد ختم ہو گئی۔

"یہ گانا بند کرو یا ہمیں یہیں اتار دو۔۔۔" میں نے غصے سے ڈرائیور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈرائیور نے گڑبڑا کے فوراً ہی گانا بند کر دیا۔

اسی وقت جیپ ایک جھٹکے سے رکی اور میں نے شکر ادا کیا۔ وادئ ناران میں لوگوں نے جگہ جگہ کیمپ لگا رکھے تھے۔

جیپ سے اتر کے ہم لوگ اپنی گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔ بات کچھ یوں ہے کہ ٹورسٹ اپنی گاڑیوں میں ناران تک تو آسکتے ہیں لیکن اس سے آگے نہیں جاسکتے۔ راستے بہت خراب اور دشوار ہیں۔ اس لیے وادئ ناران سے آگے جھیل سیف الملوک تک جیپ میں جانا پڑتا ہے جو وہاں کے ماہر ڈرائیور چلاتے ہیں۔ اور کوئی بھی اُن کے حوصلے اور ڈرائیونگ کی داد دیے بنا نہیں رہ پاتا۔

وہاں سے ہم لوگ گاڑیوں میں کاغان کی طرف روانہ ہوئے جہاں ہم رات گزارنے کا ارادہ کر چکے تھے۔

وادئ کاغان۔۔۔ پریوں کی وادی۔۔۔۔۔ قدرتی خوبصورتی کا شاہکار۔۔۔۔

گاڑیاں ہم اسلام آباد سے کرایے پہ لائے تھے۔

ایک گاڑی ہادی چلا رہا تھا اور دوسری گاڑی رضا۔

ہماری گاڑی میں ہادی کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ زین تھا اور پیچھے میں اور حیا۔ جبکہ ثنا کی گاڑی میں ثنا اور رضا تھے۔

ہم چھے لوگ ایک دوسرے کے بہترین دوست تھے۔ ہمارا گروپ تب بنا جب ہم یونیورسٹی میں تھے۔ اور اب ڈگری مکمل ہونے پہ ہم نے یہ ٹرپ پلان کیا تھا۔ پھر سب جاب کرنے لگتے اور شاید یوں ساتھ وقت گزارنے کا موقع نہ ملتا۔ ثنا اور رضا کی حال ہی میں شادی ہوئی تھی۔ اور یہ ٹرپ ایک طرح سے ان کا ہنی مون ٹرپ بھی تھا۔ حیا اور زین کی ایک سال قبل منگنی ہوئی تھی۔ حیا ثنا کی خالہ زاد تھی اور زین اور رضا بھائی تھے۔ یوں حیا نے بھی بیاہ کے اسی گھر جانا تھا جہاں ثنا تھی۔ دونوں میں روایتی کزنز کی طرح کوئی جھگڑا نہیں ہوتا تھا بلکہ دونوں میں بے پناہ پیار اور دوستی تھی۔

رہ گئے میں اور ہادی تو ہم یک جان دو قالب تھے۔ اور یہ بات ہمارے سب دوست جانتے تھے۔ ہادی بابا کے دوست کا بیٹا تھا۔ انکل حسن کی فیملی بہت سلجھی ہوئی تھی۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اُنھیں اور بابا کو بہت قریب دیکھا۔ میری اور ہادی کی دوستی کب محبت میں بدلی کچھ پتا ہی نہ چلا۔ لیکن محبت کے اس راز سے ابھی ہمارے گھر والے ناواقف تھے۔

ابھی بھی گھر پہ جب میں نے اس ٹرپ کی بات کی تو ہادی کی وجہ سے بابا نے مطمئن ہو کے مجھے اجازت دے دی۔ کیونکہ وہ ایک سمجھدار لڑکا تھا۔ بابا نے اسے میرا خیال رکھنے کی خصوصی تاکید کی تھی۔

حیا کے بابا نے اسے بہت مشکل سے اجازت دی تھی۔ وہ بھی ثنا اور رضا کے بہت زیادہ اصرار کی وجہ سے۔ حیا کے بابا کا کہنا تھا کہ لوگ باتیں بنائیں گے کہ منگنی کے بعد بچوں کو یوں گھومنے پھرنے بھیج دیا۔ اور ثنا نے کہا، "ارے نہیں انکل یہ اکیلے کہاں ہوں گے۔ میں اور رضا ہوں گے نا ان کے ساتھ۔"

اور یوں حیا کے بابا کو ثنا کے سامنے ہار ماننا پڑی تھی۔ اور اب ہم سب ان خوبصورت علاقوں میں خوب انجوائے کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ایک بھرپور نیند لے کے جب ہم لوگ جاگے تو دن چڑھ آیا تھا۔ وہیں ہوٹل میں ناشتا کر کے ہم لوگ باہر نکل آئے۔ جگہ جگہ آبشاریں اور پہاڑوں کے درمیان بہتا شور مچاتا دریائے کنہار۔۔۔ ہوا میں خنکی۔۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات جنت نہیں ہیں ۔۔۔ مگر جنت کا عکس ضرور ہیں۔ وہیں ہم نے دریا کنارے بنے ایک ہوٹل سے چائے پی۔ دریا کے پانی میں کرسیاں اور چارپائیاں بچھائی گئی تھیں۔ زندگی میں چائے پینے کا جتنا مزہ وہاں آیا۔۔۔ اور کہیں نہیں آیا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

وہاں جگہ جگہ ایسے ہوٹل تھے۔ جہاں دریا میں رکھی کرسیاں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی تھیں۔

"آؤ حیا سیلفی لیں"۔۔۔۔۔۔زین نے حیا کو آواز دے کر بلایا۔

"ہاں ہاں بناؤ سیلفیاں اور پھر مجھے سینڈ کرنا تا کہ میں حیا کے بابا جان کو سینڈ کروں۔"۔۔ہادی نے زین کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"اور تم جو کل ہانی کا ہاتھ تھام کے بیٹھے ہوئے تھے جیپ میں۔۔ تو میں نے بھی ایک تصویر بنالی تھی کیونکہ مجھے پتا تھا تُو مجھے چھیڑنے سے باز نہیں آئے گا۔"زین نے ہنستے ہوئے کہا۔

اب کی بار میں نے زین کو کھا جانے والے انداز میں دیکھا۔

اب تو میں بھی ہادی کے ساتھ ہوں میں بھی بتاؤں گی حیا کے ابا کو۔

"ابے کمینے انسان تیرا موبائل ہاتھ لگنے دے۔۔۔سارا خالی کر دوں گا۔ یہ جو تو ابھی بنا رہا ہے نا تصویریں، یہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔"ہادی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

زین لاپروائی سے کندھے اچکاتا ہوا ہماری طرف چلا آیا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"تیرے ہاتھ لگنے دوں گا تو کچھ کرے گا نا۔۔"۔اس نے ہنستے ہوئے کہا اور کرسی پہ بیٹھ کے پاؤں دریائے کنہار کے ٹھنڈے پانی میں ڈال دیے۔

"بات سنو یار۔۔۔۔"ہادی نے ہوٹل پہ کام کرنے والے چھوٹے لڑکے کو آواز دے کر بلایا۔

"یار ایک بات تو بتاؤ۔۔۔یہ جو یہاں جگہ جگہ دریائی مچھلی کا بورڈ لگا ہے۔کیا واقعی دریائی مچھلی ہے۔۔۔؟؟"ہادی نے قدرے پست آواز میں رازداری سے پوچھا۔

"نہیں صاحب فارم کی مچھلی ہے ساری۔۔۔۔لیکن آپ مالک کو نہ بتانا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے۔۔ورنہ وہ مجھے مارے گا بھی اور کام سے بھی نکال دے گا۔"لڑکے نے منت والے لہجے میں کہا۔ہوٹل کا مالک اسی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ارے نہیں یار۔۔۔۔تیرا بہت شکریہ۔۔۔۔۔"ہادی نے اس کا کاندھا تھپکا تو وہ مالک سے نظر چراتا دوبارہ کام کرنے لگا۔

"یار ایسا ہنی مون ٹرپ کسی کا نہیں ہوا ہو گا آج تک جس میں ساتھ چار دوست بھی ہوں۔"زین نے رضا کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"جی اور ہم تم سب کے ساتھ بہت انجوائے کر رہے ہیں۔"ثنا نے زین کو جواب دیا۔

"لو بھئی اب تو یہ ہوا کرے گا بات بھائی سے کریں گے جواب بھابھی دیا کرے گی۔"زین نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا اور ہم سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اماں بہت پریشان ہو رہی ہوں گی۔کل رات سے ہماری بات جو نہیں ہو پائی۔"

"بالکل ذہن میں نہیں رہا کہ گھر بتا دیتے وہاں موبائل سروس کام نہیں کرے گی۔"

بالاکوٹ سے آگے بہت کم مقامات ایسے تھے جہاں سم کے سگنلز آ رہے تھے۔اور کاغان میں تو نہ سم کے سگنلز تھے اور نہ انٹرنیٹ۔ہمارا رابطہ اپنی پچھلی دنیا سے بالکل منقطع ہو چکا تھا۔یہاں اب صرف قدرتی خوبصورتی تھی اور ہم تھے۔

وہ صرف وقت نہیں تھا جو ہم ساتھ گزار رہے تھے۔۔وہ یادیں تھیں جو نقش ہو رہی تھیں۔۔۔وقت کی کتاب میں۔۔ہمیشہ رہنے کے لیے۔

☆☆☆☆☆☆☆

میں اور ہادی ہوٹل کے سامنے کی سڑک پہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔۔۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا۔۔ دریائے کنہار یوں ہی بغیر رکے بہہ رہا تھا۔۔ یوں جیسے وہ کبھی نہ تھکتا ہو۔۔ مسافر آتے۔۔ اس کے کنارے بیٹھتے۔۔ کچھ یادیں جمع کرتے۔۔ اور پھر واپس ہو لیتے۔۔ مگر وہ ویسا ہی رہتا تھا۔۔ اپنے آپ میں مگن۔۔ پہاڑوں میں راستہ بناتا۔۔ بس آگے ہی آگے بڑھتا ہوا۔۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"ہیر و میں تمہیں بتاؤں میرا کیا دل چاہتا ہے۔۔؟" میں نے یوں ہی چلتے چلتے دریا سے نظریں ہٹائیں اور ہادی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہانی بتاؤ۔"

میرے ساتھ بات کرتے ہوئے ہادی کی آنکھوں میں ہمیشہ ایک نرم تاثر ہوتا تھا۔۔جو میرے دل میں اس کے لیے موجود محبت کو کچھ اور بڑھا دیتا تھا۔

"میں اکثر سوچتی ہوں کہ ہمارا ایک گھر ہو گا، جہاں صرف تم اور میں ہوں گے۔اور ہم اپنی پوری زندگی ایک ساتھ گزاریں گے۔"

"انشااللہ۔۔۔ایسا ہی ہو گا۔"

"اور پھر تم کھانا بنایا کرو گے اور گھر کے باقی کام بھی تم ہی کرو گے۔" میں نے ہنستے ہوئے شرارتی انداز میں کہا۔

"اور تم کیا کرو گی محترمہ۔۔؟"

ہادی نے مجھے مصنوعی غصے سے دیکھا۔جب کہ اس کے چہرے پہ ہلکی سی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔

جب بھی وہ مجھے غصے سے مخاطب کرتا تو محترمہ کہا کرتا تھا۔۔جس سے میں اچھا خاصا چڑ جاتی تھی۔

"میں تو بس آرام کروں گی۔۔" میں نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"اور میں تمہارے کان بھی کھینچوں گا ملکہ عالیہ۔۔" ہادی نے میرا کان کھینچتے ہوئے کہا اور میں ہنستے ہوئے اس سے چار قدم دور ہو گئی۔

آئینہ بھی دیکھوں تو وہی دکھائی دیتا ہے
اک شخص سمایا ہے اس قدر مجھ میں

ہادی نے میری طرف دیکھتے ہوئے شعر پڑھا۔

"یہ کس شاعر نے فرمایا تھا۔۔۔؟"

"یہ جناب ہادی حسن صاحب کا شعر ہے۔" ہادی سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو خم دیتا ہوا بولا۔

"ارے واہ۔۔جناب تو شاعر ہو گئے ہیں۔"

"جی بس محبت انسان کو شاعر بنا ہی دیتی ہے۔"

ہمارے آس پاس پھیلی خاموشی ہمارے رازوں کی امین تھی۔ پہاڑوں کی سحر انگیز خاموشی۔۔پہاڑوں پہ رات اتر رہی تھی۔۔اور وہ خاموشی سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔اور شاید یہ سوچ رہے تھے کہ انسان مستقبل کے خواب بُنتا یہ کیوں بھول جاتا ہے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

کہ اس کا آنے والا مستقبل کسی اور ذات کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی قسمت وہ تحریر ہے جسے وہ خود نہیں لکھ سکتا۔۔۔پتا نہیں انسان ہمیشہ کیوں بھول جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

یوں ہی خوبصورت لمحوں کو یادوں کی صورت دل میں قید کرتے پتا ہی نہ چلا کب واپسی کا وقت بھی آ گیا۔

"یار ابھی تو ہمیں آئے ہوئے صرف چار دن ہوئے ہیں۔۔ آخر انکل کو کس بات کی جلدی ہے۔ اُنھیں مجھ پر اعتبار نہیں کیا۔۔؟"۔۔۔۔جب سے حیا کے ابا کی کال آئی تھی زین یوں ہی جلا بھنا بیٹھا تھا۔

"خیر یہ تو اب تم ان سے خود ہی جا کے پوچھ لینا۔" رضا نے زین کا کاندھا تھپکا۔

"چھوڑو یار میں بہت دکھی ہوں انکل کی اس حرکت پر۔ اس تو اچھا تھا ہم کاغان میں ہی رہتے کم از کم موبائل کے سگنلز تو نہیں تھے۔ کوئی کال تو نہ کرتا پیچھے سے۔"

"چلو اب اتنی اتری ہوئی صورت لے کے تو نہ جاؤ گھر۔ بس جو وقت گزار لیا کافی ہے۔"۔۔ہادی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو لگتا ہے ابا چار دن سوئے نہیں ہوں گے۔" حیا ہنستے ہوئے بولی۔

"شرم کرو لڑکی تم اپنے ابا جی کے بارے میں بات کر رہی ہو۔" ثنا نے اسے گھرکا۔

"ہاں تو وہ کون سا اُنھیں اس بات پہ سزا سنا رہی ہے۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے"۔ زین نے حیا کی سائیڈ لی۔

"اوئے ہوئے ابھی سے طرف داریاں"۔ ہادی نے بآواز بلند کہا تو زین مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

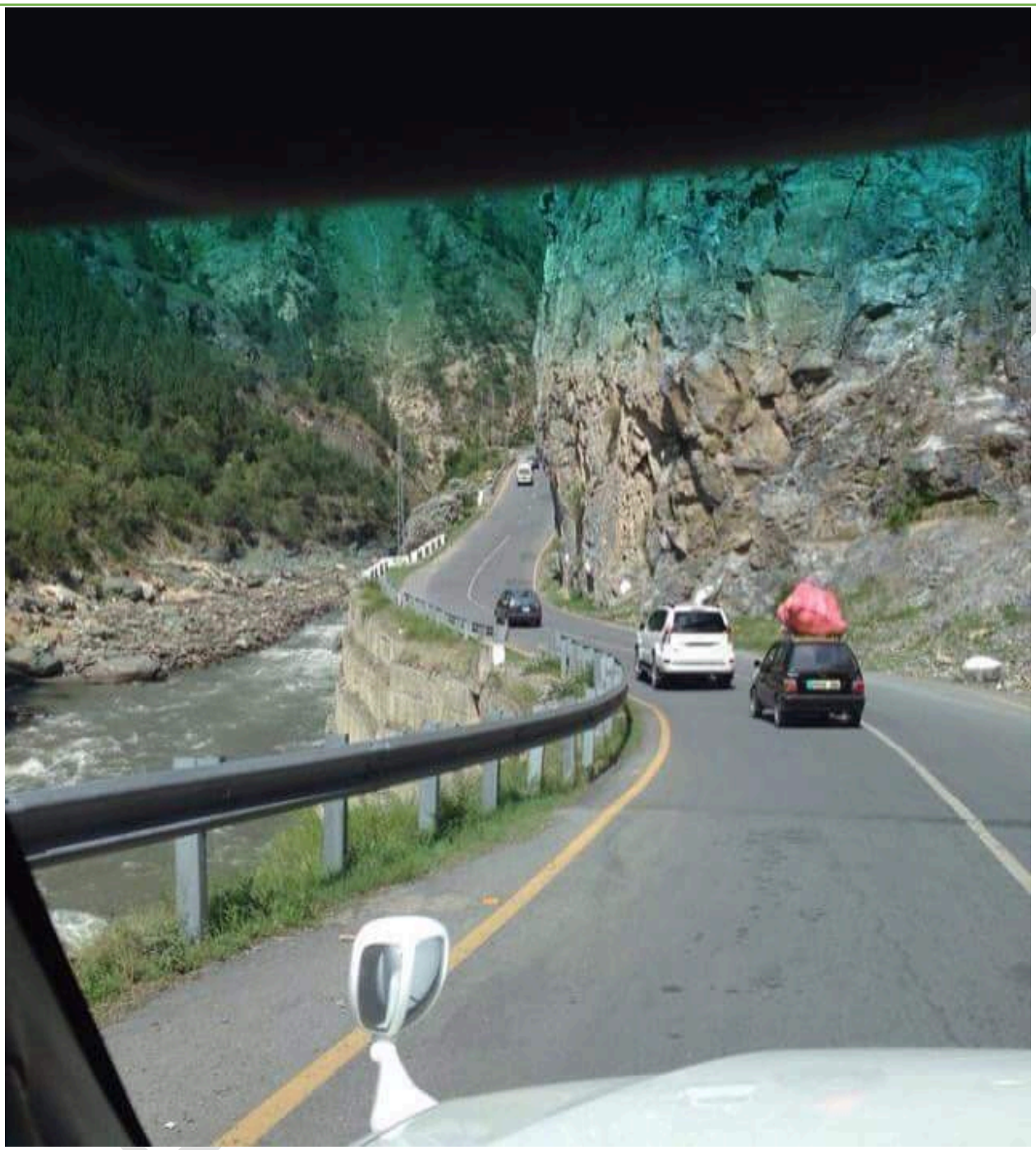

گاڑی واپسی کے راستے پہ گامزن تھی اور میں پہاڑوں پہ نظریں جمائے گہری سوچ میں تھی۔

"مراقبے سے نکل آؤ ہانی"۔ہادی نے میرے سر پہ چپت لگائی۔

"میں سوچ رہی ہوں پہاڑ ہمیں جاتا ہوئے دیکھتے ہوں گے اور سوچتے ہوں گے پتا نہیں یہ راہی پھر کبھی آئے گا یا نہیں۔"

"پہاڑ تمہارے ساتھ باتیں کرتے ہیں کیا۔۔؟"۔۔۔ساتھ بیٹھی حیا نمکو کھاتے ہوئے بولی۔

فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا زین بولا۔۔"میں بھی یہی پوچھنے والا تھا"۔

"پتا نہیں باتیں کرتے ہیں یا نہیں۔۔لیکن مجھے لگتا ہے کہ ان کی اَن کہی باتیں سنائی دیتی ہیں مجھے۔۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ایک پٹھان سڑک پہ اپنے مویشی لے کے گزر رہا تھا۔ ان علاقوں کا سب سے مشہور جانور ہے شنواری۔۔۔۔ دیکھنے میں وہ دنبے جیسا ہی لگتا ہے۔ یہاں کے بہت سے ہوٹل بھی شنواری ہوٹل کے نام سے ہی بنے ہوئے ہیں۔

اسی اثنا میں سامنے پھر ایک آبشار آ گئی۔ کاغان کے راستے میں جگہ جگہ آبشاریں اور ندی نالے تھے جو سڑک کے بیچوں بیچ راستہ بنا کے بہہ رہے تھے۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

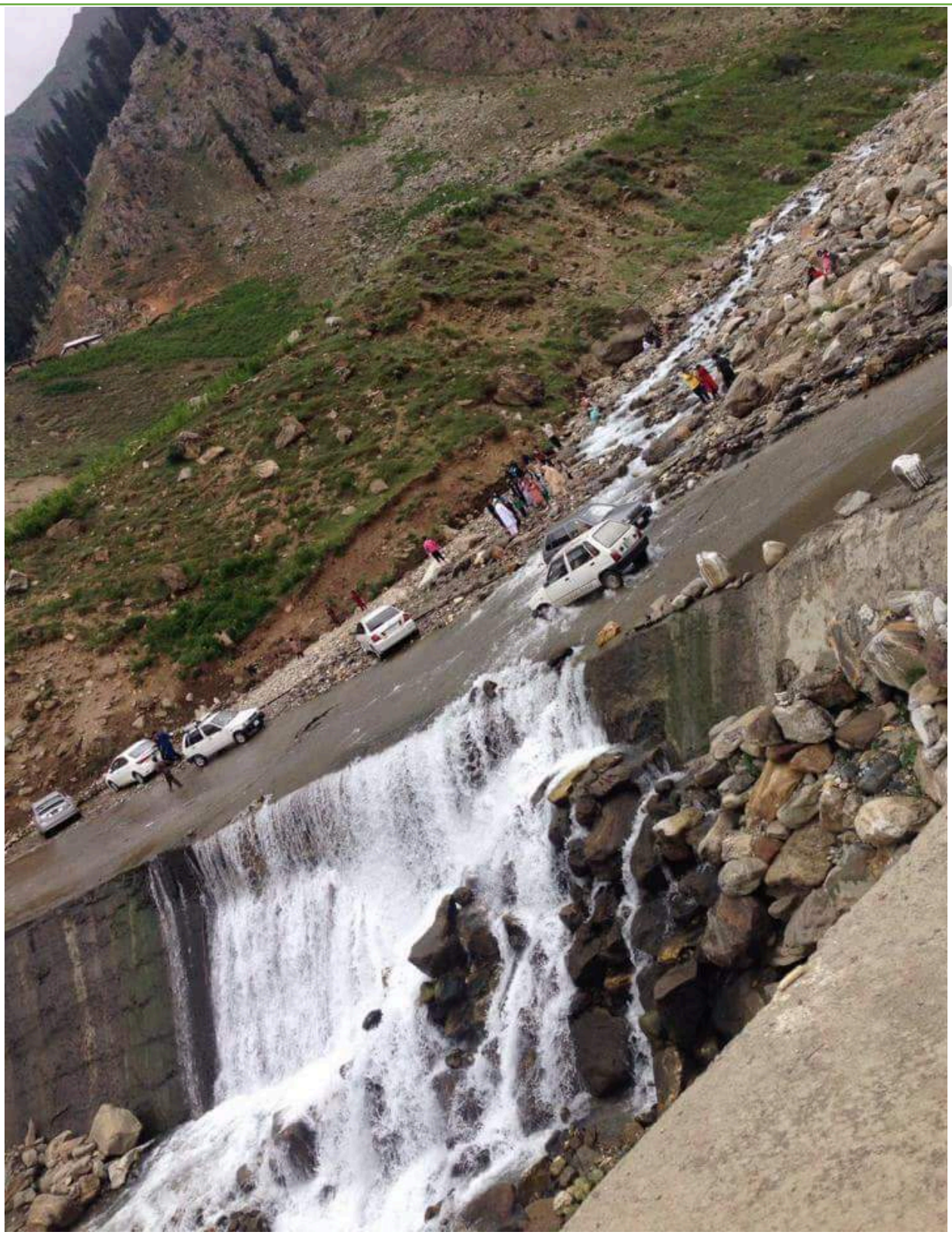

جہاں سے کوئی آبشار سڑک پہ راستہ بناتی تھی۔ اُس جگہ سے سڑک ڈھلوانی اور پھسلن زدہ ہو جاتی تھی۔ دیکھنے سے یوں لگتا تھا جیسے ابھی گاڑی پانی کے ساتھ ہی بہہ جائے گی۔ علاقے بہت خوبصورت ہیں لیکن جان ہتھیلی پہ رکھ کے آنا پڑتا ہے۔

"اب ہم وادیٔ ہنزہ چلیں گے۔۔۔" زین سڑک پہ نظریں جمائے بولا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"وہ بھی بہت خوبصورت ہے۔میں نے تو فیس بک پہ ایک پیج لائک کر رکھا ہے۔۔ شمالی علاقہ جات کی اتنی زبردست تصویریں اپ لوڈ کرتے ہیں۔۔دل چاہتا ہے لیپ ٹاپ کی اسکرین سے ہی اندر گھس جائیں"۔

"ابھی ایک سفر سے گھر واپس پہنچے نہیں۔۔اور نئے پلان بنا رہے ہیں"۔حیا ہنستے ہوئے بولی۔

"اب تو شادی کے بعد ہی جانا تم لوگ۔۔"۔ہادی نے زین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم لوگوں سے کیا مراد ہے۔۔جہاں جائیں گے سب مل کے جائیں گے۔"زین نے کہا اور حیا نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"ہم تو ابھی جا کے اپنا مقدمہ لڑیں گے"۔

ہادی معنی خیز انداز میں مسکرایا۔محبت کے ذکر سے ہی اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آجاتی تھی جو اس کی آنکھوں سے شروع ہوتی اور پورے چہرے پہ رونق بن کے بکھر جاتی۔

میں بھی دھیرے سے مسکرادی۔

پہاڑوں کی چوٹیاں آسمان کو چھو رہی تھیں اور دور اوپر جا کے کہیں بادلوں میں گم ہو جاتی تھیں۔یوں لگتا تھا ہم بادلوں سے بھی کہیں اوپر آگئے ہوں۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"وہ دیکھو یار کیا زبردست سین ہے۔ یہاں بناتے ہیں تصویریں۔۔۔"۔

زین نے سامنے کی طرف اشارہ کیا جہاں پہاڑ کی غار میں برف جمی تھی اور لوگوں کا ایک ہجوم جمع تھا۔ ہادی نے گاڑی سڑک کے ایک طرف روکی اور ہم بھی اپنے موبائل لے کے باہر نکل آئے۔ غار کے قریب جانے پہ یوں لگتا تھا کسی نے سینکڑوں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ریفریجریٹرز کے دروازے کھول دیے ہوں۔ ٹھنڈک کی وجہ سے وہاں کھڑا ہونا محال ہو رہا تھا۔ کچھ دیر وہاں انجوائے کرنے کے بعد ہم واپس گاڑی میں آ بیٹھے۔ اور پھر سے سفر شروع ہو گیا۔ زین حیا کو تصویریں دکھا رہا تھا۔ اور میں آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگی۔

ویسے تو مجھے پورا یقین تھا کہ بابا کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ لیکن ہمارے خاندان میں آج تک کسی کی ذات برادری کے باہر شادی نہیں ہوئی تھی۔ کہنے کو تو آج کل کے والدین بہت برا ڈمائنڈڈ ہیں لیکن کچھ باتیں آج بھی ایسی ہیں جہاں والدین قدامت پرست ہو جاتے ہیں یا شاید اُنھیں ہونا پڑتا ہے۔۔۔ معاشرے کی وجہ سے۔۔ یا شاید اس لیے کہ لوگ باتیں نہ بنائیں۔

گاڑی بالاکوٹ کے پائن ویو ہوٹل کے پاس سے گزر رہی تھی۔

میں نے دل میں اٹھتے خدشات کی خود ہی نفی کی اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کے آنکھیں موند لیں۔ پہاڑوں پہ بنا بالاکوٹ ہمیں الوداع کہہ رہا تھا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہمیں واپس کراچی پہنچے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ یہ بلاشبہ ایک بہت تھکا دینے والا سفر تھا۔ آج فراغت ملی تو میں ماما کو سیف الملوک کی تصویریں دکھا رہی تھی جب موبائل کی بِپ بجی۔ ہادی کا میسج تھا وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے اپنے امی ابو سے ہمارے رشتے کی بات کر لی ہے۔

میسج پڑھ کے میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔۔۔یوں جیسے فیصلے کی گھڑی آ پہنچی ہو۔۔۔ ملن یا جدائی۔۔۔۔ فیصلہ قدرت کے ہاتھ میں تھا۔

"پھر کیا کہا انہوں نے۔۔۔؟" میں نے دھڑکتے دل سے میسج ٹائپ کیا۔

فوری جوابی میسج موصول ہوا۔۔ "انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ وہ تو اس بات کو لے کر بہت خوش ہیں۔ اور آج شام کو ہی رشتے کی بات کرنے آ رہے ہیں"۔

میسج کے ساتھ ہی ہادی کی کال آنے لگی۔

"ہانی میں نے کہا تھا نا کہ یہ مقدمہ تو بہت آسان ہے"۔ ہادی کی چہکتی ہوئی آواز آئی۔

"آنٹی کیسے مان گئیں۔۔؟" میں نے ہادی کی امی کے بارے میں پوچھا جو اس کی شادی اپنی بھانجی روزینہ سے کروانا چاہتی تھیں۔

"ارے تم پریشان نہیں ہو امی کے بارے میں۔ ابو نے امی کو منا لیا ہے اور انہیں ہم باپ بیٹے کے سامنے ہار ماننا پڑی ہے"۔

"اوکے ہانی رات کو بات ہو گی۔"

"اوکے اللہ حافظ۔۔۔۔" میں نے دھیرے سے کہہ کہ فون بند کر دیا۔

ہادی کی امی مختلف مزاج کی خاتون تھیں۔ پتا نہیں انکل نے انہیں کیسے منایا تھا۔ میں یہی سوچتے ہوئے عصر کی نماز کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نماز کے بعد میں بہت دیر تک خدا سے ہادی کو مانگتی رہی۔ کیونکہ جب تک آسمان سے فیصلہ نہ اترتا زمین والے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

"اور دیتا تو صرف اللہ ہے وہ نہ دے تو زمین والے بھی نہیں دے سکتے۔۔نہ عزت۔۔نہ پیار۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات میں جب انکل آنٹی آئے تو آنٹی کا موڈ مجھے کچھ آف لگا۔ جب کہ انکل نے ہمیشہ کی طرح شفقت سے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے حال دریافت کیا۔ اس کے بعد سب بابا کے کمرے میں بیٹھ گئے اور میں چائے سرو کر کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وقت تھا کہ کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔

موبائل لے کے میں بیڈ پہ آ بیٹھی۔

"کیا کر رہے ہو۔۔؟" میں نے ہادی کو میسج سینڈ کیا۔

"جو تم کر رہی ہو۔۔" فوری جواب آیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"انتظار۔۔۔" یک لفظی جواب آیا۔

"دعا بھی کرو۔۔۔۔" میں نے اگلا میسج ٹائپ کیا۔

"کر رہا ہوں جناب۔۔۔"

میسج پڑھ کے میں نے بھی موبائل رکھ دیا اور دعا مانگنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

انکل اور آنٹی کے جانے کے بعد مجھے ماما اور بابا بہت خاموش سے لگے۔ اور مجھے اس خاموشی سے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ خدشات سر اٹھا رہے تھے اور دل کو اپنے شکنجے میں لے رہے تھے۔ اسی اثنا میں بابا نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا۔ بابا کا رویہ ہمیشہ میرے ساتھ بہت دوستانہ رہا تھا لیکن آج مجھے بابا سے بھی خوف محسوس ہو رہا تھا۔

بابا نے انتہائی سنجیدگی سے پوچھا۔۔ "ہانیہ آپ کو ہادی کے ارادے کے بارے میں علم تھا۔۔؟"

میں نے اپنے ہاتھ ایک دوسرے میں پیوست کر لیے جو ٹھنڈے ہو رہے تھے اور مدھم آواز میں کہا۔۔ "جی بابا مجھے پتا تھا۔"

"بیٹا آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔ میں نے ہمیشہ آپ سے کہا ہے کہ جو بھی بات ہو ماں باپ سے شیئر کرنی چاہیے۔ اگر بچے ماں باپ پہ ہی اعتماد نہیں کریں گے تو کس پہ کریں گے۔"

"بابا ہادی نے کہا تھا کہ وہ خود آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اسی نے مجھے منع کیا تھا۔ وہ تو آج انکل نے اسے سمجھایا کہ یہ بات والدین کو ہی آپس میں کرنی چاہیے۔"

"دیکھو بیٹا آپ جانتی ہو کہ میں نے کبھی آپ پہ بے جا پابندیاں عائد نہیں کیں۔ حسن میرا بہت اچھا دوست ہے اور ہادی بھی لاکھوں میں ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اس کے ساتھ دوستی رکھنے سے کبھی منع نہیں کیا۔ لیکن بیٹا ہم ذات برادری کے باہر شادی نہیں کرتے۔"

بابا نے بات کے درمیان وقفہ لیا تو میرا دل زور سے دھڑکنے لگا یوں جیسے میرے خدشات سچ ہونے کو تھے۔

"ہانیہ میں یہاں کراچی آ کے سیٹل تو ہو گیا ہوں لیکن اپنے رشتہ داروں کے ساتھ میرا رشتہ نہیں ٹوٹا۔ اور تم جانتی ہو ہمارے خاندان میں بچوں کو اتنی آزادی نہیں دی جاتی۔ اور ہمارے رشتہ داروں میں کوئی بھی اس رشتے کے حوالے سے ہماری حمایت نہیں کرے گا۔ خاندان والے سو سو باتیں بنائیں گے۔"

"لیکن بابا سب لوگ جانتے ہیں کہ حسن انکل کی فیملی بہت اچھی ہے۔"

"بیٹا بات اچھے برے کی نہیں ہے۔ دوستی ہونا الگ بات ہے اور رشتہ داری ہونا الگ بات ہے۔ ہم کسی بھی ذات والے کے ساتھ دوستی تو رکھ سکتے ہیں لیکن رشتہ داری نہیں جوڑ سکتے۔"

"لیکن بابا اسلام نہیں مانتا یہ ذات پات کے رسم و رواج۔۔" میں نے اب کی بار مضبوط دلیل دی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ اب خاموش رہی تو شاید ہادی کو ہمیشہ کے لیے کھو دوں گی۔ اور یہ خیال ہی میرے لیے سوہانِ روح تھا۔

"ہانیہ میں چاہتا ہوں کہ تم اس بات کو دل و دماغ سے نِکال دو۔ تمہارے ماموں نے اپنے بیٹے اشعر کے لیے رشتے کی بات کر رکھی ہے۔ اور ہم تمہاری اسٹڈیز کمپلیٹ ہونے کا ہی انتظار کر رہے تھے تاکہ تم سے بات کر کے اُنھیں باقاعدہ ہاں کی جائے۔"

میں بابا کی بات سن کے خاموش رہی۔ بابا نے میرے سر پہ اپنا ہاتھ رکھا اور بولے۔۔ "بیٹا میں جانتا ہوں کہ میں تم دونوں کے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں لیکن میں مجبور ہوں۔ میں نے آج تک تم سے کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔۔ لیکن آج میں چاہتا ہوں کہ میری بیٹی میری بات کا مان رکھ لے۔"

اور پھر مشرقی معاشرے کی مشرقی بیٹی نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تھینک یو بیٹا۔۔۔"

اور پھر میں اٹھ کے اپنے کمرے میں آ گئی۔ ہادی کے بہت سے میسجز اور کالز آئی ہوئی تھیں۔ وہ بہت حیران تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ بابا اس بات کو بنیاد بنا کے انکار کر سکتے ہیں۔

ابھی میں اس کے میسجز پڑھ ہی رہی تھی کہ پھر سے کال آنے لگی۔ جسے میں نے ریسیو کر لیا۔

وہ سخت صدمے اور حیرت کا شکار تھا اور میں اتنی ہی چپ چاپ تھی۔

میں نے اسے ساری بات بتا دی جو میرے اور بابا کے درمیان ہوئی تھی۔

"میں خود انکل کے ساتھ بات کروں گا وہ میری بات نہیں ٹالیں گے۔ اور میں اُنھیں منا کے رہوں گا"۔ اس کے لہجے میں ابھی بھی یقین تھا۔

پھر اس نے مجھے پریشان نہ ہونے کی تاکید کی اور فون بند کر دیا۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی وہ خود کتنا بھی پریشان ہوتا، اس کا

دل چاہتا تھا کہ میں ہمیشہ خوش اور پر سکون رہوں۔

لیکن آج میں کیسے پر سکون رہ سکتی تھی۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ میرے خدشات واقعی میں سچ ہو جائیں گے۔ وہ ساری رات یوں ہی کروٹیں بدلتے گزر گئی۔۔۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ یوں لگتا تھا نیند رُوٹھ گئی ہو۔ اور وہ واقعی رُوٹھ گئی تھی۔۔۔ آنے والے بہت سے دنوں کے لیے۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے روز ہادی بابا کے پاس آیا تھا۔ اس نے بابا کو ہر طرح سے منانے کی کوشش کی لیکن ان کی نہ کو ہاں میں نہیں بدل سکا۔

وہ بہت دل برداشتہ ہو کے واپس لوٹا تھا۔ کال پہ بات ہوئی تو وہ بہت تھکا ہارا اور مایوس لگا۔ اور اُس کی اس مایوسی نے مجھے بھی توڑ کے رکھ دیا تھا۔ امید کی کرن مدھم ہوتی جا رہی تھی۔ اور اندھیرے چاروں طرف سے ہماری زندگیوں کو نگلنے کے لیے تیار تھے۔

انکل حسن نے اُس کے بعد بھی بابا سے بات کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن بابا نے پتا نہیں اُن سے کیا کہا تھا کہ وہ بابا کی بات مان گئے تھے۔

ثنا، حیا، زین اور رضا سب ہمارے لیے بہت پریشان تھے۔ زین اور رضا نے بھی بابا کے ساتھ بات کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن نتیجہ صفر تھا۔

ثنا اور حیا ہر روز مجھے کال کرتیں۔ دوست ہمارے لیے بھلے ہی کچھ نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن وہ ہمارا درد ضرور بانٹ لیتے ہیں۔ وہ چاروں ہمارے لیے بہت فکر مند تھے۔ وہ سب ہماری محبت کی شدت سے واقف تھے۔ ایک بار پھر سے زمانے کے رسم و رواج محبت کے درپے تھے۔

محبتیں دَم توڑ گئیں
رِواجوں تلے دَب کے

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہادی کی امی اسے روزینہ کے لیے منانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں۔ یہ بات مجھے زین نے بتائی تھی۔

"تم ہادی کو سمجھاؤ، وہ اپنی امی کی بات مان لے"۔ میں نے زین سے کہا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو۔۔۔؟" اس نے از حد حیرت سے مجھے دیکھا۔

"ہاں میں کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ میں جانتی ہوں میرے بابا کبھی نہیں مانیں گے۔"

"لیکن ایک اس بات کے لیے ہم کوشش کرنا چھوڑ تو نہیں سکتے، امید تو ہے نا۔ اور امید کا دامن تو مرتے دم تک نہیں چھوڑنا

چاہیے"۔زین نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"امید ہی تو ختم ہو رہی ہے زین، اور ایسی کوشش کا کیا فائدہ جس کا انجام پہلے سے معلوم ہو"۔میں نے افسردگی سے کہا۔

"اللہ بہتر کرے گا، اللہ سے اچھی امید رکھو"۔زین نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"دل رکھنے کی باتیں ہیں سب۔۔"میں دھیرے سے بولی اور آسمان پہ اڑتے پرندوں کو دیکھنے لگی۔

میں نے اپنا موبائل نمبر تبدیل کر لیا تھا۔میں چاہتی تھی میں اور ہادی ایک دوسرے کے بغیر رہنا سیکھ لیں یہی بہتر تھا۔لیکن جب بھی اس کی یاد آتی تھی۔۔۔دل کی ویرانی کچھ اور بڑھ جاتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہادی شادی کر رہا ہے"۔ثنا نے مجھے کال کر کے بتایا۔

"ہاں مجھے پتا ہے۔حسن انکل نے بتایا ہے بابا کو۔"

"تم ٹھیک ہو ہانی۔۔۔؟"۔ثنا نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"ثنا۔۔۔ٹھیک ہونے میں وقت لگے گا۔"میری بات کے جواب میں وہ خاموش رہی۔

میں فون رکھتی ہوں ثنا پھر بات ہو گی۔

"اپنا خیال رکھنا۔۔۔"ثنا نے دھیرے سے کہا۔

یوں لگ رہا تھا دل خالی ہے۔۔۔اور ذہن بھی۔ساری دنیا ہی خالی لگ رہی تھی۔دل چاہتا تھا خدا سے اپنے لیے سکون مانگوں۔لیکن بہت دن ہوئے میں نے دعا نہیں مانگی تھی۔ایک خاموش شکوہ تھا خدا سے۔۔۔کہ اس نے ہمیں ایک دوسرے کی قسمت میں کیوں نہیں لکھا۔کاش موت کا اختیار خدا نے انسان کو دیا ہوتا۔۔تاکہ جب زندگی انسان پہ تنگ ہونے لگتی تو وہ اُس سے اپنے راستے الگ کر لیتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زین اور رضا نے اُسے بہت ملامت کی تھی، لیکن اس بار وہ بھی مجبور تھا۔اُس کا اپنی امی کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا۔اور اُن کا بی پی شوٹ کر گیا تھا جس کی وجہ سے اُنھیں فوری اسپتال منتقل کرنا پڑا۔اُن کی حالت دیکھ کے وہ ڈھے گیا تھا۔ہادی اُن کی اکلوتی اولاد تھا اور باپ سے زیادہ وہ ماں کے قریب تھا۔اور اسپتال کے بیڈ پہ نسیمہ بیگم نے اُس سے یہ بات منوالی تھی کہ وہ اُن کی بھانجی سے ہی شادی کرے گا۔نسیمہ بیگم کا خیال تھا کہ شادی کے بعد اس محبت کا بھوت اُس کے دماغ سے اُتر جائے گا۔وہ اپنے میاں اور بیٹے کی بات مان تو گئی تھیں لیکن ہانیہ کے ماں باپ کی طرف سے انکار کے بعد اُنھیں ایک مضبوط جواز مل گیا تھا۔وہ اپنے بیٹے کو جلد سے جلد

اس حالت سے نکالنا چاہتی تھیں۔ وہ اُسے لاحاصل انتظار کی بھٹی میں جلتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

والدین نے اپنا حق استعمال کیا تھا۔ اور اولاد چپ چاپ۔۔۔ اپنی خوشی سے۔۔۔ اپنی محبت سے دستبردار ہو گئی تھی۔

بظاہر آزاد چلتے پھرتے لوگ رشتوں کی۔۔۔ مجبوریوں کی۔۔۔ اتنی زنجیروں میں قید ہوتے ہیں کہ اپنی مرضی سے سانس بھی نہیں لے سکتے۔

میرے اردگرد رشتوں کی زنجیریں تھیں اس قدر
محبت قریب آئی تو الجھ کے رہ گئی

☆☆☆☆☆☆☆☆

دن یوں ہی بے کیف سے گزر رہے تھے جب ایک روز ثنا کی کال آ گئی۔

"ہانی حیا کو بہت تیز بخار ہے اور وہ تم سے ملنا چاہتی ہے۔ تم کچھ دیر کے لیے آ جاؤ پلیز میں بھی حیا کے گھر پہ ہی ہوں۔"

میرا تو اب کہیں جانے کو دل نہیں چاہتا تھا، نہ کسی سے ملنے کو دل چاہتا تھا۔ لیکن میں ثنا کو انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ میری دوستیں پریشانی میں میرا سایہ بنی رہتی تھیں۔ آج وہ مجھے بلا رہی تھی تو میں کیسے انکار کر دیتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جب میں حیا کے گھر پہنچی تو وہاں پہلے سے محفل جمی ہوئی تھی۔ اور حیا سب کے درمیان بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔

"مجھے تو تم کہیں سے بھی بیمار نہیں لگ رہی۔۔۔" میں نے اُس سے گلے ملتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔

"کیونکہ میں بیمار ہوں ہی نہیں۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"تمہیں سچ بول کے بلاتے تو تم نے آنا نہیں تھا، تو مجبوراً مجھے جھوٹ کا سہارا لینا پڑا"۔ ثنا کی بات پہ میں نے اُسے غصے سے دیکھا۔

"چلو گرلز جلدی سے باہر آ جاؤ۔۔۔" رضا نے باہر سے آواز لگائی۔

"یہ ہمیں کیوں باہر بلا رہا ہے۔۔۔؟؟"

"کیونکہ ہم سب کلفٹن جا رہے ہیں"۔ ثنا کی بات پہ میں نے اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"اور تم بھی ہمارے ساتھ جا رہی ہو۔"

"مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا کہ میں جانا بھی چاہتی ہوں یا نہیں۔۔۔" میں نے بیزاری اور غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ

کہا۔

"پلیز ہانی باہر نکلو اِس فیز سے۔۔یوں زندگی نہیں گزرتی۔۔"

میں نے بیزاری سے سر جھٹکا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ جہاں رضا گاڑی میں ہمارا انتظار کر رہا تھا اور ہارن پہ ہارن بجا رہا تھا۔

"زین کیوں نہیں آیا۔۔۔؟" میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

"وہ بھی آجائے گا ڈیئر سسٹر۔۔۔۔۔اگر یہاں آتا تو انکل اُس پہ فتویٰ نہ جاری کر دیتے"۔

"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔۔۔"

وہ تینوں بہت خوش تھے۔ کافی دنوں کے بعد ہم یوں گھومنے پھرنے نکلے تھے۔ مجھے ایک بار پھر سے ہادی شدت سے یاد آنے لگا۔ اور میں چپ چاپ گاڑی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جب ہم ساحل پہ پہنچے تو زین وہاں پہلے سے موجود تھا۔ لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ہادی بھی موجود ہو گا۔

اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو میں جانے کی غلطی کبھی نہ کرتی۔

"کیسی ہو ہانی۔۔۔؟" ہادی نے دھیرے سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔تم کیسے ہو۔۔؟"

"زندہ ہوں۔۔۔" ہادی نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ وہ مجھے بہت ڈسٹرب لگا۔۔شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔ اور بہت کمزور بھی لگ رہا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے جو اُس کے رت جگوں کی گواہی دے رہے تھے۔ میں نے اُس سے نظریں چرا لیں۔

اُس نے جیب سے میری پسندیدہ چاکلیٹ نکال کے میری طرف بڑھائی۔

"لے لو ہانی۔۔۔شاید یہ آخری بار ہو۔۔ کیونکہ تم تو ویسے بھی اب کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی"۔ ہادی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا تو میں نے چاکلیٹ لے لی۔

"تمہیں نہیں لانی چاہیے تھی۔" میں نے مدھم لہجے میں کہا۔

"عادت ہے نا۔۔۔اور عادتیں اتنی جلدی کہاں ساتھ چھوڑتی ہیں۔" وہ زخمی انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

ثنا لوگ ہادی کے کہنے پہ ہی مجھے یہاں لائے تھے وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔۔پھر پتا نہیں زندگی موقع دے نہ دے۔

"آؤ ہانی۔۔ساحل کے پانیوں پہ چلتے ہیں۔۔"ہادی نے میرا ہاتھ تھامنے کے لیے ہمیشہ کی طرح اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ جسے نظر انداز کر کے میں آگے کی طرف بڑھ گئی۔

اُس کی آنکھوں میں نمی سی ابھری۔۔جسے ضبط کر کے وہ بھی میرے ساتھ قدم ملا کے چلنے لگا۔

کاش یوں قدم سے قدم ملا کے چلنے والوں پر قسمت مہربان ہو جایا کرے۔۔۔کاش۔۔۔

شام کا وقت تھا۔۔سمندر کی لہریں ساحل سے سر پٹخ پٹخ کے واپس جا رہی تھیں۔اور پھر ایک نئی لہر پرانی لہر کی جگہ لے لیتی۔ ہماری زندگیوں میں بھی تو یہی ہوتا ہے۔۔لوگ چلے جاتے ہیں۔۔پھر نئے لوگ اُن کی جگہ لے لیتے ہیں۔

میں یوں ہی سوچ میں گم ریت کی نرمی کو پیروں تلے محسوس کر رہی تھی۔

"کسی کے زندگی میں آنے سے پہلے سے موجود لوگوں کا مقام بدل نہیں جاتا۔۔۔"ہادی کی آواز سمندر کے پانی پہ تیرتی ہوئی میری سماعت تک پہنچی۔

"اور ہانی محبت صرف ایک بار ہی ہوتی ہے۔۔اور اپنے حصے کی محبت میں کر چکا ہوں۔تمہاری محبت کوئی سامان نہیں ہے ۔۔جسے دل سے نکال کے اُس کی جگہ نیا سامان سیٹ کر دوں گا۔۔وہ دل کا حصہ بن گئی ہے اب۔۔۔روزینہ میری بیوی کی حیثیت سے میرے گھر میں رہے گی۔۔میرے کمرے میں رہے گی۔۔۔لیکن وہ اس دل تک رسائی نہیں پا سکے گی۔میں اب کبھی دوبارہ محبت نہیں کر پاؤں گا۔"

"تم روزینہ کی حق تلفی نہیں کرو گے۔۔۔ہمیں صرف اسی دنیا میں نہیں رہنا۔۔خدا کو بھی منہ دکھانا ہے۔"میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

ہادی چپ چاپ مجھے دیکھتا رہا۔

اور آخری بات ہادی۔۔۔میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔۔"تم آج کے بعد مجھ سے ملنے کی بھی کوشش نہیں کروگے۔"

اور یہ کہتے ہوئے خود میرا دل بھی کانپا تھا۔لیکن میں ہادی کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔میں نے رخ موڑ لیا اور دور پانی پہ تیرتی کشتی کو دیکھنے لگی جو ساحل کی طرف آرہی تھی۔

"میں مرجاؤں گا ہانی۔۔۔"ہادی کی آواز کہیں دور سے آئی۔مجھے لگا وہ ابھی رو دے گا۔

"کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا۔یہ دنیا ہے۔۔۔یہاں اپنے لیے نہ سہی،دوسروں کے لیے جینا پڑتا ہے۔"ہادی یوں ہی زخمی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔

غم اتنا سہا میں نے کہ حیران رہ گئے
مجھے درد دینے والے میرا ضبط دیکھ کر

"اپنا خیال رکھنا۔۔۔"

میں نے دھیرے سے کہا اور باقی سب کی طرف چل دی۔پھر میں وہاں رکی نہیں تھی۔رضا سے کہا تھا وہ مجھے گھر چھوڑ

دے۔ ثنا اور حیا نے مجھے روکنے کی بہت کوشش کی تھی، لیکن میں گھر واپس آ گئی تھی۔ وہاں مزید ٹھہرنا میرے لیے مشکل ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہادی سے تو میں بہت کچھ کہہ آئی تھی، لیکن خود اب بہت اذیت میں تھی۔ اور یہ ذہنی دباؤ کا ہی نتیجہ تھا کہ رات تک میں تیز بخار میں پھنک رہی تھی۔ ماما نے بہتیرا کہا کہ ڈاکٹر کے پاس چلو لیکن میرا کہیں بھی جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ تھک ہار کے انہوں نے مجھے گھر میں ہی پڑی ٹیبلٹ دے دی تھی۔

وہ رات مجھ پہ بہت بھاری تھی۔ آنسو تواتر سے بہتے رہے تھے اور میرا تکیہ بھگوتے رہے تھے۔ دل بہت پریشان تھا۔ میں یوں ہی رات کے کسی پہر کمرے سے باہر نکل آئی۔ اور لان میں پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا لیکن اُس سے زیادہ سناٹا میرے اندر پھیلا ہوا تھا۔ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔

جھیل سیف الملوک کے کنارے ہادی سے لیا گیا وعدہ یاد آیا تو آنسو پھر سے بہنے لگے۔ میں نے شکوہ کناں نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا۔ اللہ مجھے اس شخص سے جدا نہ کر، میں نہیں رہ پاؤں گی۔۔۔ دل نے ایک خاموش التجا کی۔

وہ آدھا مجھ میں باقی ہے میں آدھا اُس میں باقی ہوں
جدائی کی غلط تقسیم نے برباد کر ڈالا

ہوا میں خنکی بڑھ رہی تھی۔۔ یا شاید مجھے بخار کی وجہ سے ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی۔ میں واپس کمرے میں چلی آئی۔ وقت دیکھنے کے لیے موبائل پکڑا تو زین اور رضا کی بہت ساری کالز آئی ہوئی تھیں۔۔ مجھے پریشانی نے آگھیرا۔

میں نے رضا کو کال کی جسے فوری ریسیو کر لیا گیا۔

"کیا بات ہے رضا۔۔ سب خیریت ہے نا۔"

"ہانی میں تمہیں ایڈریس بتاتا ہوں، تم جلدی سے ہاسپٹل آ جاؤ۔۔۔ ہادی کی طبیعت بہت خراب ہے۔"

مجھے یوں لگا جیسے کسی نے پہاڑوں کی بلندیوں سے مجھے دھکا دے دیا ہو۔

"ہادی ٹھیک ہے۔۔۔؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے اسی لیے تمہیں بلا رہا ہوں نا۔۔۔" رضا نے عجلت میں ایڈریس بتا کے فون بند کر دیا۔

اسی اثنا میں بابا میرے کمرے میں چلے آئے۔ میں جو فون کو ہاتھ میں لیے شل اعصاب کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔۔ اُنھیں خاموشی سے دیکھنے لگی۔ آنسو میرے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

پریشانی بابا کے چہرے سے ہویدا تھی۔۔۔ وہ میری حالت سے سمجھ گئے کہ مجھے خبر مل گئی ہے۔

"بیٹا میں گاڑی نکالتا ہوں جلدی سے آجاؤ، ہمیں ابھی ہاسپٹل جانا ہو گا۔۔۔"

"لیکن اسے تو بہت تیز بخار ہے۔۔ اسے گھر پہ ہی رہنے دیں۔۔۔" ماما کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔۔۔ لیکن میری حالت دیکھ کے وہ بھی خاموش ہو گئیں۔

اور پھر پتا نہیں کیسے ہم ہاسپٹل پہنچے، میرا جسم خوف سے کانپ رہا تھا۔

اگر ہادی کو کچھ ہو جاتا تو میں کبھی خود کو معاف نہ کر پاتی، یہ میری باتوں کا ہی اثر تھا جو میں آج اس سے کر کے آئی تھی۔۔ نہ جانے میں اتنی ظالم اور کٹھور کب سے ہو گئی تھی۔

نسیمہ آنٹی زارو قطار رو رہی تھیں، اور حسن انکل نے جن شکوہ کناں نگاہوں سے بابا کو دیکھا تھا۔۔ بابا نے نظریں جھکا لیں تھیں۔

ہاسپٹل کے بینچ پہ بیٹھی میں بے آواز رو رہی تھی۔ ثنا مجھے مسلسل دلاسا دے رہی تھی اور دعا کرنے کو کہہ رہی تھی۔ رضا، زین اور ثنا اس مشکل گھڑی میں ہمارے ساتھ تھے۔ اور حیا بھی مسلسل رابطے میں تھی۔

دوستوں کو ساتھ کے لیے کہنا نہیں پڑتا۔۔۔ مخلص دوست خود ہی مشکل وقت میں ہمارے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سب کی دعائیں تھیں جو اثر لائی تھیں اور ہادی کی حالت اب کافی بہتر تھی۔ ڈاکٹر نے بتایا تھا طبیعت کی خرابی کی وجہ ضرورت سے زیادہ سٹریس تھا۔ اگر فوری طور پہ ہاسپٹل نہ لایا جاتا تو شاید وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ اور حسن انکل نے رضا کو ممنون نظروں سے دیکھا تھا جو اُن کی ایک کال پہ دوڑا آیا تھا۔

"جاؤ بیٹا ہادی کے پاس۔۔۔۔" بابا نے میرے پاس آ کے کہا۔

"بیٹا رسم و رواج اہم ہوتے ہیں، لیکن وہ کسی کی زندگی سے زیادہ اہم نہیں ہوتے۔" بابا نے شفقت سے میرے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

جب میں کمرے میں داخل ہوئی تو نسیمہ آنٹی قرآنی آیات کا ورد کر کے ہادی پہ دم کر رہی تھیں۔ اور بار بار اُس کی پیشانی چوم رہی تھیں۔

میرے قریب جانے پہ ہادی نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں اور مسکرانے کی کوشش کی۔

میں بہتی آنکھوں کے ساتھ چپ چاپ اُسے دیکھتی رہی۔

"ہانی میں نے کہا تھا نا میں نہیں رہ سکتا۔۔۔" وہ دھیرے سے بولا۔

"اب تو یہ رشتہ لینے کے لیے مجھے جان سے بھی جانا پڑا تو جاؤں گی"۔نسیمہ آنٹی روتے ہوئے بولیں۔

"کسی کو جان سے جانے کی ضرورت نہیں ہے بھابھی۔۔۔"بابا کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔

بابا کے ساتھ ہی حسن انکل بھی اندر داخل ہوئے۔

"ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ جمعے کے بابرکت دن ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔"

"اتنی جلدی انتظامات کیسے ہوں گے۔۔۔؟؟"دونوں مائیں فکر مندی سے گویا ہوئیں۔

"ارے آنٹی آپ بالکل فکر مند نہ ہوں۔حیا اور ثنا بھی آ جائیں گی آپ کی ہیلپ کے لیے۔آپ بس اب مزید تاخیر نہ کریں۔"رضا نے چٹکیوں میں مسئلے کا حل پیش کیا۔

سب کے چہروں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"تمہیں بخار ہے ہانی۔۔۔؟؟"ہادی نے فکر مندی سے کہا تو میں نے دھیرے سے اُس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال لیا۔

"نہیں اب میں ٹھیک ہوں۔۔۔"میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ماما اسے بہت تیز بخار ہے۔۔اسے بھی میڈیسن لے کے دیں۔۔"ہادی نسیمہ بیگم سے مخاطب ہوا۔

"اُسے بھی میڈیسن لے دیتے ہیں بیٹا جی،پہلے آپ دونوں کی اس مستقل بیماری کا علاج تو کر لیں جسے محبت کہتے ہیں۔"انکل حسن مسکراتے ہوئے بولے۔

"ہمیں دیکھو سال بھر ہو گیا منگنی ہوئے اور ابھی تک اُس محترمہ کے ابا جی کا ہماری شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔اور یہاں بغیر منگنی کے جناب کا نکاح ہو رہا ہے۔"۔زین ٹھنڈی آہ بھرتا ہوا بولا تو ثنا نے اُس کے سر پہ چپت لگائی۔

"منہ تو اب میں صبح ہی سب کا میٹھا کرواؤں گی۔۔۔"نسیمہ بیگم مجھے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔

"میری جیب سے چاکلیٹ نکال کے منہ میٹھا کر لو۔۔۔میں ہر وقت رکھتا ہوں پاس ہانیہ کے لیے۔۔۔"ہادی کی بات پہ سب ہنسنے لگے۔

امید کی کرن سے سب اندھیرے چھٹ گئے تھے۔

"جدائیاں وہاں ہوتی ہیں جہاں محبتیں ناپائیدار ہوں۔۔جہاں محبت سچی ہو وہاں اپنی محبت کی جگہ انسان کسی اور کو نہیں دے سکتا۔وہ محبوب کے بدلے کچھ اور قبول نہیں کرتا۔"

"اور جب لگن سچی ہو اور خدا کی ذات پہ کامل یقین ہو تو ناممکن سے ممکن نکل آتا ہے۔"

اور ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔رواج کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں۔۔۔وہ لوگوں سے اور لوگوں کی خوشیوں سے زیادہ اہم

نہیں ہوتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

اس ناول پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com